

پروفیسر ساجد میر ایم۔ اے

بَرَكَاتِ صِيَامِ

صوم کے لفظی معنی "امساک، رکنے اور چپ رہنے کے ہیں" شرعی اصطلاح میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک بنیادی خواہشات، کھانا پینا اور جنسی تعلقات سے رضائے الہی کے لیے رکنے کا نام صوم اور روزہ ہے۔

روزہ، اسلام کے ارکانِ خمسہ میں تیسرا اہم رکن ہے۔ جس کا مقام توحید اور نماز کے بعد آتا ہے۔ مگر ایک عبادت کے طہر پر روزہ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اسلام سے پہلے بھی یہ کسی نہ کسی شکل میں مذاہبِ عالم کا جزو رہا ہے۔ اس لیے قرآنِ عزیز نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

جیسے پہلی امتوں پر روزے فرض کیے گئے تھے
اسی طرح تم پر بھی کیے جاتے ہیں۔ تاکہ تم پر میرا کار
بن جاؤ۔

انسائیکلو پیڈیا ریٹرانیکا میں ہے۔

”ہم بشکل کسی ایسے مذاہب کا نام لے سکتے ہیں جس میں روزے کی اہم حیثیت تسلیم
ذکی گئی ہو۔“

اسلامی روزہ اور دیگر مذاہب

اس طرح روزہ اگرچہ سارے مذاہب کا رکن ہے مگر اسلام نے دیگر عبادات کی طرح اس اہم عبادت کے بارے میں بھی اپنا تکلیفی کارنامہ انجام دیا اور روزہ کے مروج طریقوں میں قابل تدریج اصلاحات کیں۔

لہ لسان العرب ۷: ۱۱۱ بقرہ ۷۷

ARTICLE ON FASTING مفصل بحث کے لیے

دیکھئے سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) از سید سلیمان ندوی - ج ۴

ان میں سے اہم اور بنیادی اصلاحات مختصراً حسب ذیل ہیں :

۱۔ اعتدال

قدیم چینی مذاہب مسلسل کئی کئی ہفتوں کا روزہ تجویز کرتے تھے۔ اسی طرح عیسائی راہب اور ہندو جوگی بھی مہوک کے مسلسل "پلے" کاٹنے کے قائل تھے۔ ادھر پارسیوں اور ہندوؤں کا روزہ یہ تھا کہ غلا اور گوشت سے پرہیز کر دگر پھل وغیرہ کھاتے چلے جاؤ۔ اسلام نے درمیانی راستہ بتلاتے ہوئے ایک طرف صبح سے شام تک کھانے پینے کی کلی ممانعت کر دی اور دوسری طرف یہ بھی کہہ دیا :

و ایاکم والوصال مسلسل کئی دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔

و لا صام من صام الدهر ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا سر سے کوئی روزہ نہیں ہٹا

حدیث میں افطار میں جلدی کرنے کی حجتاً نیکہ فرمائی گئی ہے۔ اس میں بھی احتیاط و تفریط سے بچ کر جاوہ اعتدال کی نشاندہی کی حکمت پوشیدہ ہے۔ فرمایا :

لا یزال الناس بخیر ما عجلوا لوگ تعجیل افطار کی راہ اعتدال پر گامزن رہیں

الافطر لہ گے تو ان میں خیر کا وجود باقی رہے گا۔

۲۔ عمومییت

پہلے روزہ کسی خاص جماعت یا افراد پر فرض ہوا کرتا تھا۔ مثلاً قدیم ہندوؤں میں برہمنوں کے لیے اور یونانیوں میں عورتوں کے لیے روزہ فرض تھا مگر اسلام نے اپنے سارے عاقل، بالغ اور صحت مند پیرکاروں کے لیے اس اہم عبادت کو ضروری قرار دیا تاکہ اس کے فیوض و برکات سے سارے طبقات منتفع ہوں نیز کسی ایک طبقہ کو اس کا پابند کر کے باقی کو کھلی چھٹی نہ مل سکے۔

۳۔ استثنائے

عمومییت کے ساتھ ساتھ استثنائی صورتوں میں روزہ کے اتوا یا کلی معافی کی گنجائش بھی رکھی گئی اور مریض، مسافر اور بوڑھے نیز حاملہ، مرصعہ اور حاملہ عورت کو روزہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اس کے بالکل برعکس یہودی شریعت میں یہ سخت حکم بھی شامل تھا کہ اگر کوئی پردیسی مسافر روزہ کے دنوں میں تمہارے ہاں آئے تو خواہ وہ خیر یہودی ہی کیوں نہ ہو اسے اپنے ساتھ روزہ رکھو اور۔

۴۔ نسیان کی معافی

ایک اصلاح یہ بھی تھی کہ بھول چوک سے کھانا پینا معاف کر دیا۔ حدیث میں ہے:

من اکل او مشرب ناسیا فاماہو بھول چوک سے کھانے والا یہ سچو لے کہ اللہ
ذوق اللہ
تعالیٰ نے خود اس کی مہانداری کی ہے۔

۵۔ زیب و زینت کی اجازت

یہودیوں میں روزے مصائب و آلام کی یادگار کے طور پر رکھے جاتے تھے۔ اس لیے توہرات میں روزہ کے لیے نفس کو دکھ دینے کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یہودی روزہ کے دنوں میں جائز قسم کی زیب و زینت سے بھی پرہیز کرتے اور خود پر اداسی و ٹھیکنی طاری کر لیتے۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک یہ ذہنیت ریاکاری کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لیے انہوں نے بھی انجیل میں اس پر خوب تنقید کی ہے کہ اسلام نے اس رجحان کو ختم کرنے کے لیے واضح ہدایات دیں اور بتایا کہ غسل، تیل لگانا، کنگھی کرنا، سرمہ لگانا اور صحت سخرار ہنار روزہ کے منافی نہیں بلکہ محمود و مرغوب افعال ہیں۔

۶۔ وقت کا تعین

اس بنیادی عبادت میں اجتماعیت کا رنگ پیدا کرنے کی خاطر اسلام نے اس کے لیے ایک مہینہ مخصوص کر دیا۔ شاہ ولی اللہ نے خوب لکھا ہے کہ:

روزہ اصلاح نفس کا ایک تریاق اور دوا ہے اور بطور دوا ہی کے اس کا استعمال مناسب ہے۔ اگر صیام کے لیے دو چار ہی دن مخصوص کیے جاتے تو دوا کا اثر ظاہر نہ ہوتا اور اگر بہت زیادہ دن اس کے لیے رکھے جاتے تو روزہ جسم کو بالکل کمزور کر دیتا اور بجائے فائدہ کے نقصان دیتا۔ لہذا صرف ایک مہینہ اس مقصد کے لیے مقرر کیا گیا اور مہینہ وہ چنا گیا جس میں قرآن عظیم کا نزول شروع ہوا تھا تاکہ اس تریاق نفس کا کتاب ہدایت سے تعلق قائم و دائم رہے۔

۷۔ قمری حساب

ماہ صیام کا تقرر عام مذہب کی طرح شمسی حساب سے نہیں بلکہ قمری حساب سے کیا گیا۔ تاکہ مسلمان مختلف موسموں میں مجاہدہ اور تربیت نفس کی تکمیل کر سکیں۔ نیز ہر جگہ اور ہر زمانہ میں لمبے چوڑے حساب میں پڑنے لے جامع ترمذی نے انجیل متی، پہاڑی کا وعظ تہ حجۃ اللہ البانی، ج ۲۔ فصل در اسرار صیام۔

کی بجائے ہر خاص و عام اپنے اپنے علاقہ میں رویتِ ہلال کی بنیاد پر روزہ رکھ سکے۔
تاریخِ فرضیت

روزہ لذاتِ حسیہ کی افراط کا ردِ مافی علاج ہے۔ اس لحاظ سے مکہ میں نہ اس کی خاص ضرورت تھی نہ گنجائش۔ وہاں تو پہلے ہی شہداء و مصائب کے طوفان تھے۔ لذاتِ حسیہ کہاں؟ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو ایک تو مصائب و مظالم سے آزادی نصیب ہوئی۔ دوسرے انصار کے ایشار اور فتوحات کے سلسلہ نے ان کی مفلسی کو تو نگہری سے بدل دیا۔ انہی حالات میں اصلاح و تربیتِ نفس اور تو نگہری کے ممکنہ مفاسد کی روک تھام کے لیے روزہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ۱۰ھ میں روزے فرض کیے گئے۔ حافظ ابن تیمیہ نے فرضیتِ صیام پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”اس نسبتاً مشکل عبادت کا فرض کرنا وسطِ اسلام ہی میں مناسب تھا۔ جب کہ لوگ توحید، نماز وغیرہ دوسرے ارکان و احکام کے عادی ہو چکے تھے۔“

اسرار و فضائلِ صیام

۱۔ تقویٰ و تزکیہ:

قرآن نے روزہ کا بنیادی مقصد لعلکھ تنقون بنلایا ہے۔ لہٰذا اصل کھانے پینے اور جنسی ضروریات کا حد سے زیادہ توسع و تنفس ہی بے شہد گناہوں کی جڑ بنتا ہے۔ گناہ پر قابو پانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ خواہشات کو یک قلم فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی جائے اور دوسرا یہ کہ انہیں حدِ اعتدال کے اندر رکھا جائے اور ضرورت کے وقت انہیں دباناسیکھا جائے۔ اسلام نے تزکیہ نفس کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے جو معتدل بھی ہے اور فطری بھی۔

عثمان بن مظعونؓ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رہبانیت کی اجازت طلب کی تو یہ بھی عرض کیا:

اَشَدُّ لَنَا فِي الْمَخْتَصِرِ
 ہمیں اپنی مردمی قوت زائل کرنے کی اجازت دیجئے
 تاکہ ہم گناہ کی طرف مائل ہی نہ ہو سکیں۔

آپ نے فرمایا:

لے زاوالعماد۔ ج ۱ لہٰذا اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے مضمون ”روزہ اور تقویٰ“ اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے
 لہٰذا لعلکھ تنقون۔ باب المقصد فی العمل۔

”نہیں، روزے رکھو، یہ کافی ہے۔“

عثمان بن مظعون کے علاوہ عام فوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے بھی فرمایا:

”تم میں سے جسے وسائل میسر ہوں، جلد شادی کر لے۔ روزہ روزہ رکھے فانہ لہ دجاہ

اس سے شہوت کی زیادتی ٹوٹے گی۔“

امام غزالیؒ روزہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہ تھمد لحد الله تعالیٰ لانه یکسر

اشهوات التي هي آلة الشيطان

روزہ دشمن خدا (شیطان) کی خوب سرکوبی کرتا کرتا ہے۔ کیونکہ اسے اس کے بنیادی اختیار شہوت و خواہش سے محروم کر دیتا ہے۔

۴۔ ضبطِ نفس اور قوتِ ارادی کی تربیت

روزہ دمردت گناہوں کی بڑی ”شہوتِ نفس“ کو کمزور کرتا ہے بلکہ یہ ضبطِ نفس، صبر اور کٹر دل کی

ایسی تربیت دیتا ہے جس کی بدولت گناہ کی چھوٹی موٹی ”شاخوں“ سے بھی انسان کی حفاظت ہوتی ہے

اور اس کی قوتِ ارادی اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ وہ کبار کے علاوہ صغائر سے بچنا بھی سیکھتا ہے روزہ

خصوصاً بھوٹ، غیبت، لڑنا جھگڑنا جیسے روزمرہ اور عمومی گناہوں سے بچنے کی مشق کرتا ہے۔ حدیث صحیحین

میں ہے:

من لم يدع قول الزور و

العمل به فليس لله حاجة في

ان يدع طعامه وشرابه

اگر کوئی بھوٹ کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ (مرد) اپنا کھانا پینا ہی چھوڑے رکھے۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

”روزہ دار سے اگر کوئی گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو وہ یہ کہہ کر لڑائی سے

کنارہ کشی کر لے کہ میرا تو روزہ ہے۔ ان سبہ احد اذ قاتله فليقتل اني امرء

صائم۔“

ایک اور حدیث میں روزے کو جہنم سے بچاؤ کے لیے ایک ڈھال قرار دیتے ہوئے فرمایا:

لہ کتاب الاربعین فی اصول الدین

”روزہ دار کو اس ڈھال میں جھوٹ، غیبت وغیرہ سے ”سوراخ“ نہ کرنا چاہیے۔

الصيام حنة فلا يعثر بها

۳۔ نیکی کی طرف رجحان

روزہ صرف سلبی طور پر خواہشات پر کنٹرول اور گناہوں سے بچنا سکھاتا ہے بلکہ مثبت طور پر نیکی کی طرف رغبت میں اضافہ کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیضِ ترجمان نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ رمضان کے شروع میں اللہ کی طرف سے ایک منادی یوں پکارتا ہے:

يا باغي الخير اقبل ديا يا غي اے نیکی کے طلبگار آگے بڑھ اور خوب نیکیاں

السن اقص کر اور اسے بدی کے چاہنے والے، اب رک جا۔

عام تجربہ و مشاہدہ بھی یہی ہے کہ روزوں میں نماز، نوافل، تلاوت، سخاوت وغیرہ کی طرف توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اور برائی کی طرف رجحان میں ایک قدرتی کمی محسوس ہوتی ہے یہ دراصل روحانی اثر ہوتا ہے اس واقعہ کا رمضان میں:

فتحت ابواب الجنة و خلقت جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جہنم کے در

ابواب جہنم و سلسلت الشياطين بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطان قید و بند میں جکڑ

دیے جاتے ہیں

۴۔ روحانیت اور تہلیل الی اللہ میں اضافہ

اکل و شرب اور جنس کے تقاضے اگرچہ قدرتی ہیں تاہم ان میں زیادہ مشغولیت انسان کی قوتِ روحانی و ملکی کو کمزور کرتی ہے۔ ان ضروریات کو ختم تو نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم روزہ ان چیزوں میں طبیعت کے انہماک کو کم کر کے روحانیت کو خوب بلند کرتا ہے۔ روحانیت و ملکوتیت کے حصول کے لیے روزے کی افادیت اتنی زیادہ ہے کہ جلیل القدر انبیائے کرام کو بھی فیضِ نبوت یا اعلیٰ مدارجِ طہ سے قبل اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔ موسیٰ و عیسیٰ نے چالیس چالیس دن کے روزے رکھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاجِ نبوت عطا ہونے سے پہلے غارِ حرا میں تقییلِ غذا کے ذریعے روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ روزوں سے قبل الی اللہ اور روحانیت کو جو نسبت ہے۔ اس کا بھرپور اظہار رمضان کے آخری عشرہ میں استحکاف کی صورت میں ہوتا ہے۔ جب کہ متکلف گھر بار سے عارضی کنارہ کشی کر کے خدا کے گھر میں اس سے ٹوٹکا کر بیٹھا جاتا ہے۔

۵۔ ایمان و اخلاص میں ترقی

روزہ خدا کی رضا جوئی سکھاتا ہے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ایمان میں بھی اضافہ کرتا ہے اس لیے کہ وہ بجائے خود ”ربعِ ایمان“ کا درجہ رکھتا ہے۔ الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان۔

۶۔ ایشیا کی تربیت

روزہ ہمیں محتاجوں، غریبوں اور ناقہ کشتوں کی جھوک اور مصیبت کا احساس دلاتا ہے۔ اسی لیے زبانِ نبوتؐ نے ماہِ رمضان کا ایک نام ”شہرِ مواساة“ (ہمدردی کا مینہ) بھی رکھا ہے۔ خود آپؐ رمضان میں معمول سے زیادہ سخاوت کرتے اور اچود من الویلح المرسلۃ بن جاتے۔ سید سیمانہ مدوی نے ابن تیم کے حوالے سے خوب لکھا ہے کہ: سوزِ جگر سمجھنے کے لیے سوختہ جگر ہونا ضروری ہے۔ روزہ کی حالت میں غریب کی جھوک اور حاجت مند کی ضرورت کا احساس بہتر طور پر ہوتا ہے۔

۷۔ صبر و جفا کشی

روزہ ہمیں مشکلات و شدائدِ حیات برداشت کرنے کی عادت بھی ڈالتا ہے اور جہادِ قتال و جہادِ اکبر (جہادِ نفس) دونوں کے لیے تیار کرتا ہے۔

۸۔ جسمانی اصلاح

طبی طور پر بھی روزہ مختلف عوارض کی اصلاح میں معاون ہے۔ یہ جسم کے رطوباتِ فاسدہ کو خارج کر کے اسے کئی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

۹۔ دیگر فضائلِ ماثورہ

روزہ چونکہ اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ اس لیے اس پر بے پایاں وبے حساب اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حدیث میں خدا کا فرمان منقول ہے کہ:

”عام نیکی ۱۰ سے ۷۰ گنا تک بڑھتی ہے مگر الصوم لی رانا اجزی بکم“ روزہ خاص

میرے لیے ہے اور میں بنفسِ نفیس اس کا اجر دوں گا۔“

قرآنِ عزیز نے بھی فرمایا:

لغزالی: ایضاً العلوم علی صحیح مسلم علی مشکوٰۃ

إِنَّمَا يُؤْتَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ
بِفَيْحِ حِسَابٍ (۱۱)

صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر دیا
جائے گا۔

۱۔ روزہ اللہ کا خصوصی طور پر پسندیدہ عمل ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا:

لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّالِمِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ
مِنْ مِيعِجِ الْمَسْكِ لَه

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو بڑے مشک سے
بھی زیادہ پسند ہے۔

یہ خصوصی پسندیدگی اور بے پایاں اجر کا وعدہ اس لیے ہے کہ روزہ میں اخلاص اور ریاست سے آزادی
بہت ہے۔ ابن حجر نے درست لکھا ہے:

لَيْسَ فِي الصِّيَامِ دِيَاءٌ
أَيُّكُورٌ أَوْ حِدِيثٌ فِيهِ رُزُؤٌ كَوَسْبِغَاتِهَا
مِنْ عَرَضٍ كَمَا يَأْتِي:

روزہ میں ریاکاری کا دخل نہیں۔

ایک اور حدیث میں روزہ کو سبغات کا ضامن عمل قرار دیا گیا ہے۔ ابو امامہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا:

مَرِنِي بِعَمَلٍ يَغْتَلِنِي الْجَنَّةَ
مَجَّهٌ كَيْسِي عَمَلٍ كَأَيْتِهِ تَبَائِيں جُو مَجَّهٌ سِيدِ عَاجِزَتِ
میں سے جائے۔

آپ نے فرمایا:
عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَدْلَ لَهُ
رُزُؤٌ كَوَلَازِمٍ مِثْلِهِ وَأَسْكَرَ بَرَابَرِ كَوَلَا مِثْلِهِ
حدیث صحیحین میں بھی روزہ کو مغفرت کا نسخہ قرار دیا گیا ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاسْتِسَابًا
بِغُفْرَانِهِ مَاتَ مُقَدِّمًا مِّنْ ذَبِيحَةٍ
بِحُضْرَتِ رَمَضَانَ كَمَا رُزُؤٌ مِّنْ رَمَضَانَ
بِحُضْرَتِ رَمَضَانَ كَمَا رُزُؤٌ مِّنْ رَمَضَانَ
اور
بِحُضْرَتِ رَمَضَانَ كَمَا رُزُؤٌ مِّنْ رَمَضَانَ
بِحُضْرَتِ رَمَضَانَ كَمَا رُزُؤٌ مِّنْ رَمَضَانَ
دیے جاتے ہیں۔

روزے دار کی قبولیت دعا

حدیث میں آتا ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی:
۱۔ روزہ دار کی افطار کے وقت۔

۲۔ عادل بادشاہ کی

۳۔ صحیح بخاری ۱۱ فتح الباری ۱۱ مسند احمد

۳۔ مظلوم کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اڑھٹھٹا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

”میں ضرور تیری امداد کروں گا گو کسی مصیبت اسے کچھ دیر ہو جائے“۔

ایک اور حدیث میں یوں آتا ہے:

ان لله تبارك وتعالى عتقاء في كل رمضان المبارك كي هر شب وروز میں اللہ تعالیٰ کے

یوم و ليلة یعنی فی رمضان و ان لكل ماں سے (جنم کے اقمیدی پھوڑ دیے جاتے ہیں

مسلمہ فی كل يوم و ليلة دعوة اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب وروز میں ایک دعا

مستجابہ ضرور قبول ہوتی ہے

بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ ترمذی کی مذکورہ بالا روایت سے ثابت

ہوتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دعا مانگنے کی فرصت تو کہاں؟ خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی۔

افطار کے دعائیں یہ ہیں:

اللهم لك صمت و على رزقك افطرت ذهب الظماء و ابتلت العروق

و ثبت العجر انشاء الله

ترجمہ: الہی میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق ہی سے افطار کرتا ہوں۔ الحمد للہ پیاس

جاتی رہی، طبیعت سیر ہو گئی اور اجر بھی ثابت ہو گیا۔

اللهم انى استملك بدحمتك التي وسعت كل شىء ان تغفرلى ذنوبى له

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے بوسیلہ تیری رحمت واسوع کے جس نے ہر چیز کو گیر رکھا ہے،

سوال کرتا ہوں کہ تو میرے تمام گناہوں سے درگزر فرما۔

یہ متنوالذکر دعا حضرت عبداللہ بنہ عمر و بنہ العاص نے پڑھا کرتے تھے۔

برکاتِ رمضان

اے صیام اپنے جلو میں بے شمار فیوض و برکات لے کر آتا ہے اور اس مبارک مہینہ کے روز و شب

مومنوں کو اجر و ثواب لوٹنے کے وسیع و نادر مواقع فراہم کرتے ہیں۔ دن کے وقت وہ روزہ سے رہتے ہیں اور رات قیام و تلاوت میں گزار کر وَالَّذِينَ يَبْتِئُونَ لِيُنْبِئَهُمْ سَجْدًا تَرْتِيمًا کی تصویر بنتے ہیں۔ اسی قیام لیل کے ارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من قام رمضان ايمانًا واحتسابًا
عُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
وَمَغْفِرَةٌ لِمَا تَلَا وَرَمَى فِيهِ
مَغْفِرَةٌ لِمَا تَلَا وَرَمَى فِيهِ
جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے
رمضان کی راتیں قیام میں گزارے اس کے پچھلے گناہ
معاف کر دیے جاتے ہیں۔

قیام شب کے علاوہ بھی رمضان کا تلاوت قرآن سے گہرا تعلق ہے کیونکہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي
أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (قرآن کا نزول اسی مبارک مہینہ میں شروع ہوا ہے) اس لیے مومنین کا تین دن کے
وقت روزہ کی حالت میں بھی تلاوت کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ حدیث میں بھی فرمایا گیا:

الصيام و القرآن يشفان للعبد
روزے اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے
اور یہ شفاعت عند اللہ مقبول ہوگی۔

رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف جیسی ثنیت و قبل سے بھر پور عبادت کا موقع فراہم کرتا ہے جس میں
متکلف خدا سے مانگنے کے لیے اس کے گھر ہی میں ڈیرا لگاتا ہے اور وہ یقیناً ایسا کریم ہے جو گھر پر آٹے سولی
کو خالی نہیں ٹوٹاتا۔ اعتکاف کے روز و شب نوافل، اذکار، تلاوت اور یاد خدا میں گزار کر متکلف ایمان
و ایقان اور روحانیت و عملی زندگی کی بھر پور تربیت حاصل کر کے حجۃ اعتکاف سے باہر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ اس آشنا میں گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو نیکیاں وہ باہر نکل کر نہیں
کر سکتا وہ بھی اس کے حق میں لکھی جاتی ہیں یعتکف الذنوب ویعجزی له من الحسنات کما مل
الحسنات

اسی عشرہ میں ایک رات وہ بھی آتی ہے جو شب قدر سے موسوم ہے اور جس کے متعلق قرآن نے

فرمایا:

بَلَلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ
شَهْرٍ
اس رات کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت
سے افضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

و القسوها فی العشر الاخر
و القسوها فی کل وتر
اس رات کو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں
تلاشیں کرنا چاہیے۔

اور اگر مل جائے تو دعاے مغفرت اللهم انک عفو رحیم العفو فاعف عنی کثرت سے پڑھنی چاہئے
اس شب جبریل اور دیگر فرشتے اللہ کا ذکر کرنے والے ہر قائم وقاعد کے لیے خصوصی دعا کرتے ہیں کہ
یصلون علی کل عبد قائم ارتقاع یدک اللہ عزوجل

برکاتِ رمضان کا حسنِ خاتمہ عید الفطر اور عید رات پر ہوتا ہے عید رات بھی اللہ کی خصوصی رحمتوں
کے نزول کی امین ہوتی ہے۔ لہذا اس میں بھی ذوق و شوق سے عبادت و دعا کرنی چاہیے۔ اسی شب
کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یفخر لہ منہ فی اخو لیلۃ فی
رمضان۔
اس رات آپ کی امت کو عام بخشش سے
نوازا جاتا ہے۔

اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ:

العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی
عملہ۔
مزدور۔ جب اپنی مزدوری پوری طرح کر لے تو
اس کو اجرت و انعام سے نوازا جاتا ہے۔

یہی بات عید کے روز بھی رب العزت اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے:

یا ملائکتی ماجزاء اجیر و فی عملہ
وہ عرض کرتے ہیں، "اللہ العالین اسے پورا اجر ملنا چاہیے۔" اس پر اللہ تعالیٰ اپنی عزت و جلال کی قسم لگا کر
بندوں کو فرماتا ہے:

قد غفرت لکم و بہ لت سیاتکم
حسانت۔
میں نے ذمہ تمہیں بخش دیا بلکہ تمہاری برائیوں
کو بھی نیکیوں سے تبدیل کر دیا۔

فیرجعون مغفورا اللهم اس طرح روزہ دار مومن عید گاہ سے اس حال میں واپس آتے ہیں کہ ان
کے گناہ و صل پکے ہوتے ہیں۔ اللهم اجعلنا منہم۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی بھلا برکات سے متبع ہو سکی توفیق دے۔

یہ صحیح بخاری ہے صحیح مسلم ہے جامع ترمذی ہے مشکوٰۃ ہے مشکوٰۃ بحوالہ سند احمد ہے مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان